



وزیر اعظم کا قوم سے خطاب

مفتی منیب الرحمن

جناب عمران خان وزیر اعظم منتخب ہو چکے ہیں، اب چاہیے کہ اس حقیقت کو انتخابی سیاست کے تمام فریق کھلے دل سے تسلیم کر کے آگے کا سفر شروع کریں، ان انتخابات کے کُسن و قُج پر بحث ہوتی رہے گی اور ماضی میں بھی یہ روایت رہی ہے۔ وزیر اعظم کے انتخاب کے موقع پر قومی اسمبلی کا تاثر سنجیدہ اور پروقار نہیں تھا، بلکہ ایوان موچی دروازے کا منظر پیش کر رہا تھا، جناب عمران خان نے حزب اختلاف کے شور و شغب سے مشتعل ہو کر اعتدال کی روش کے برعکس جذباتی تقریر کر ڈالی۔ قومی رہنما کو نہ جذبات کی رو میں بہنا چاہیے اور نہ مغلوب الغضب ہونا چاہیے، بلکہ اُسے تحمل، وقار و متانت اور عزیمت و استقامت کا پیکر ہونا چاہیے۔ جناب عمران خان کا ہمیشہ ایک اِذ عار ہا ہے کہ وہ اپنے حریفوں سے ٹکرانا جانتے ہیں، کبھی شکست قبول نہیں کرتے، آخری بال تک فائٹ کرتے ہیں، کھیل کے میدان میں یہ اچھا وصف ہے، لیکن قیادت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد پوری قوم کو ساتھ لے کر چلنا اور سب کا اعتماد حاصل کرنا ہی قیادت کا امتیازی وصف ہوتا ہے، اب ان کو بھی شعوری طور پر یہ حقیقت تسلیم کرنی چاہیے کہ انتخابی معرکہ آرائی ختم ہو چکی ہے اور اب انہیں اپنی پوری توجہ ملک و ملت کی تعمیر نو اور قومی مسائل کے حل پر مرکوز کرنی چاہیے۔

وزیر اعظم عمران خان نے قوم سے ایک گھنٹے سے زائد خطاب کیا، اُن کا یہ خطاب بے ساختہ تھا، صرف انہوں نے موضوعات کے حوالے سے نوٹس بنا رکھے تھے، اُن کا تاثر بھی اچھا تھا، لگتا تھا کہ وہ دل کی گہرائی اور پورے یقین کے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں۔ اُن کے خطاب کے مشمولات پر حرف زنی کی گنجائش نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے مخالفین نے اُن کے خطاب پر جو گرفت کی ہے، وہ اس حوالے سے ہے کہ بعض اہم موضوعات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور قوم کو مشکلات سے نکالنے کے لیے کوئی لائحہ عمل نہیں دیا، لبرل حضرات کے لیے تو ویسے بھی اسلام کا کوئی حوالہ سوہان روح ہوتا ہے۔ احتساب اور تنقید حزب اختلاف کا حق ہے اور اگر وہ یہ نہ کریں تو اُن کا جواز باقی نہیں رہتا۔ جناب وزیر اعظم نے اپنے لیے اُسوہ اور قدوہ یعنی آئیڈیل عہد رسالت مآب ﷺ اور عہد خلافت راشدہ کو قرار دیا ہے، یہ اُن کا حوصلہ ہے، ورنہ شیخ محمود نے کہا ہے: ”چہ نسبت خاک را با عالم پاک“۔ انہوں نے یہ دعویٰ بھی کر ڈالا کہ پاکستان میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں رہے گا، رسول اللہ ﷺ نے تو اسے علامتِ قیامت کے طور پر بیان کیا ہے کہ یا تو مال کی کثرت کے سبب اس کی طرف میلان نہیں رہے گا یا انسان ایسی مشکلات میں گرفتار ہوگا کہ مال جیسی محبوب چیز بھی قابلِ توجہ نہیں رہے گی، واللہ اعلم بالصواب۔ مشورہ یہی ہے کہ اتنے بلند بانگ دعوے نہیں کرنے چاہئیں۔ ہمارے لوگ اپنے قائدین سے کوئی بڑی امیدیں وابستہ نہیں کرتے، چھوٹی چھوٹی طفلیوں پر خوش ہو کر نعرے لگا

دیتے ہیں، یہ کام ہمارے واعظین اس سے بھی بدرجہا بہتر انداز میں کرتے ہیں اور سحرِ خطابت سے لوگوں کو عرش پہ پہنچا دیتے ہیں، پھر جب خطابت کا سبیل رواں تھمتا ہے اور وہ گھر کی طرف رواں ہوتے ہیں تو دامن میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ پس جناب وزیر اعظم کے خطاب کی بڑے پیمانے پر تحسین کا سبب یہ ہے کہ اس میں کم از کم کوئی قابلِ گرفت بات نہیں تھی، البتہ اہل دانش کے لیے ہمیشہ کچھ نہ کچھ کہنے کی گنجائش رہتی ہے، کیونکہ: ”جائے استاد خالی است۔“

ہم اقتصادی بد حالی کی فضا میں جناب وزیر اعظم کی نیک خواہشات، اُمنگوں اور قوم میں اعتماد پیدا کرنے کی روش کی تحسین کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں ان کو عہدِ رسالت مآب ﷺ اور عہدِ خلافتِ راشدہ کا مظہر تسلیم کرنے میں تاثر ہے، تردید ہے اور کسی قسم کی خوش فہمی نہیں ہے۔ یہ پاکیزہ نفوسِ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد انسانی تاریخ کا سب سے عظیم اثاثہ تھے، خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے براہِ راست تربیت یافتہ تھے۔ ہم اُس مقدس اور پاکیزہ دور سے تقابل کر کے جناب عمران خان کو ملامت نہیں کریں گے، اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے، بعد المشرقین ہے، کوئی تناسب ہی نہیں ہے کہ جانچنے اور تقابل کرنے کی جسارت کی جائے۔ ہم جناب عمران خان کا تقابل اس منصب پر فائز اُن کے پیش روؤں سے کریں گے، ستر سال سے زیادہ پیچھے نہیں جائیں گے، زیادہ سے زیادہ شہیدِ ملت لیاقت علی خان تک جائیں گے، میڈیا والوں نے قوم کے نام اُن کے خطاب کے کلیس اور شارٹس یقیناً محفوظ کر لیے ہوں گے اور وہ اپنے شعار کے مطابق وقتاً فوقتاً اُن کو یہ آئینہ دکھاتے رہیں گے، کیونکہ لوگوں کو اپنی ٹیلی ویژن اسکرین کے ساتھ جوڑے رکھنے کے لیے یہ ان کی ضرورت ہے۔

ہمارا سیاسی جماعتوں سے گلہ یہی ہے کہ وہ اقتدار کی دوڑ میں تو دیوانہ وار شریک ہوتے ہیں، لیکن نظامِ حکومت کو چلانے اور معیشت کی گاڑی کو ترقی کے ٹریک پر رواں دواں رکھنے کے لیے نہ وہ ہوم ورک کرتے ہیں، نہ کوئی روڈ میپ تیار ہوتا ہے اور نہ انہیں ملکی مسائل کی سنگینی کا صحیح ادراک ہوتا ہے، اس لیے اقتدار میں آنے پر وہ ٹامک ٹوئیاں مارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اُن کی مثال اُس شخص کی سی ہوتی ہے جو اچانک گہری نیند سے بیدار ہوتا ہے اور اچانک ایک غیر متوقع منظر اُس کی نگاہوں کے سامنے آتا ہے تو وہ حیرت میں ڈوب کر آنکھیں ملتا ہوا رہ جاتا ہے۔ ہماری سیاسی جماعتوں کی اس بے عملی اور کسل مندی کا نتیجہ ہے کہ اقتدار میں آنے کے بعد مختلف شعبوں کے لیے ٹاسک فورسز بنائی جاتی ہیں، جناب عمران خان کو تو پختونخوا میں حکومت چلانے کا پانچ سالہ تجربہ تھا، سوانہیں وفاق اور پورے ملک کا اقتدار سنبھالنے کے لیے ضروری ہوم ورک پہلے سے کرنا چاہیے تھے، مناسب یہ تھا کہ ان کے پاس ماضی کی حکومتوں کی غلطیوں کی اصلاح اور نئی سمت کے تعین کے لیے عملی خاکہ پہلے سے تیار ہوتا۔

جناب وزیر اعظم نے نظام میں سادگی اور کفایت کی روش کو اپنانے کے لیے کچھ علامتی اقدامات کا اعلان کیا ہے تاکہ لوگوں کو تبدیلی کا احساس ہو اور نظمِ اجتماعی میں کچھ نہ کچھ نیا نظر آئے، یہ اقدامات قابلِ ستائش ہیں، مگر ملک کا اقتصادی بحران گھمبیر ہے، ان سطحی اقدامات سے ہم بحران سے نہیں نکل پائیں گے، اس کے لیے حقیقت پسندی اور عملیت پر مبنی دیر پا پالیسی بنانی ہوگی۔ یہ ملک ہم سب کا ہے، میں پہلے بھی لکھتا رہا ہوں کہ وقت کے صاحبِ اقتدار کو دشمن نہیں سمجھنا چاہیے، یہ غلطی ماضی میں جناب عمران خان بھی کرتے آئے ہیں، لیکن اب انہیں اپنی اور دوسروں کی غلطیوں کو دہرانے کے بجائے اُن سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ لازم ہے کہ عالمی حالات، وطن عزیز کے گرد و پیش کی صورت حال، مسلم ممالک اور امتِ مسلمہ کی بے بسی، داخلی سلامتی

دفاعی حساسیت اور اقتصادی مسائل کا ادراک کرتے ہوئے حزب اقتدار و اختلاف متفقہ طور پر کم از کم دس سالہ روڈ میپ تیار کریں، اس کے لیے اقتدار و اختلاف کے امتیاز کے بغیر ملک میں موجود سیاسی و اقتصادی دانش سے بہتر طور پر استفادہ کر کے اُسے ملک کے بہترین مفاد میں استعمال کریں۔ ہماری رائے میں جناب عمران خان کو اپنے پہلے خطاب میں ہی یہ پیشکش کرنی چاہیے تھی، اس کے لیے انہیں اپنے سیاسی مخالفین کے پاس چل کر بھی جانا پڑے تو دریغ نہیں کرنا چاہیے، یہ روش اُن کی خود اعتمادی اور بڑے پن کا مظہر ہوتی، اگر حزب اختلاف کی جماعتیں اُن کی اس پیش رفت کا مثبت جواب نہ دیتیں تو قوم انہیں ذمے دار گردانتی، اب بھی سب کچھ ہاتھ سے نہیں گیا۔

رسول انتظامیہ کو اپنی گرفت میں لینا یقیناً وقت کی ضرورت ہے، بے لاگ جزا و سزا اور احتساب کا بھی شفاف نظام قائم ہونا چاہیے، لیکن دہشت کی فضا طاری نہیں ہونی چاہیے۔ جناب چیف جسٹس کے اقدامات سے پہلے ہی سول بیورو کرپسی کے ذمے داران پر خوف کی کیفیت طاری ہے، اس سے نظام جمود کا شکار ہو جاتا ہے، لوگ فیصلہ کرنے سے کتراتے ہیں، بیورو کرپسی کے پاس قدم قدم پر روڑے اٹکانے اور فالکوں پر سرخ فیتے کے نقشہ جمانے کے سحر بے ہوتے ہیں، تبدیلی کی علم بردار قیادت کو تیز رفتاری سے اقدامات کرنے ہوتے ہیں، اس کے لیے رولز آف بزنس میں قانون سازی کے ذریعے بہتری لانی ہوگی تاکہ ضروری کام تیز رفتاری سے جاری رہ سکیں۔ حُسنِ ظن سے کام لیتے ہوئے میں یہ رائے قائم کر سکتا ہوں کہ جناب شہباز شریف کو چونکہ کام میں تیز رفتاری مقصود تھی، اس لیے انہوں نے سرخ فیتے کی رکاوٹوں سے بچنے کے لیے سرکاری شعبے میں کمپنیاں قائم کیں، اُن کے بورڈز آف گورنر بنائے تاکہ جلد فیصلے ہوں۔ آج اُن کا یہی اقدام اُن کے پاؤں کی میڑی اور گلے کا طوق بن چکا ہے، اگر وہ باقاعدہ قانون سازی کر کے یہ اقدام کرتے تو شاید انہیں یہ مشکل پیش نہ آتی اور نہ آئے دن نیب میں پیشی کی ذلت اٹھانی پڑتی، پس لازم ہے کہ قوانین کو سہل اور قابلِ عمل بنایا جائے۔ نیز یہ بھی مشورہ ہے کہ کچھلی حکومت نے عوامی مفاد کی جو اسکیمیں شروع کر رکھی تھیں، انہیں پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے، اُن کو روکنا اُن پر خرچ شدہ وسائل کا ضیاع ہوگا۔

مخالفین نے جناب عمران خان کی کابینہ کے چناؤ پر بھی گرفت کی ہے کہ سب پرانے چہرے ہیں، کسی تبدیلی اور کون سی تبدیلی، اس معاملے میں انہیں معذور سمجھا جائے، اُن کے پاس بھی دستیاب سیاسی اثاثہ یہی ہے اور انہی میں سے چناؤ کرنا پڑتا ہے، کوثر و تنیم میں دھلے ہوئے پاکیزہ نفوس کہاں سے ملیں گے کہ اُن کا ماضی شفاف اور قابلِ فخر ہو، لوگ دیکھتے ہی اُن پر اعتماد کر بیٹھیں، کراچی کے ایک عالم اپنی تقریر میں کہا کرتے تھے: ”جس کی دُم اٹھاؤ وہی مادیں نکلتا ہے“، بعض وزراء کے کارنامے ریکارڈ پر آچکے ہیں۔ میں صاحبزادہ نورالحق قادری کے وزیر مذہبی امور مقرر کرنے پر جناب عمران خان اور صاحبزادہ صاحب کو تیرہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں، وہ صاحبِ علم ہیں، شریعت و طریقت کا سلسلہ اُن کے خاندان میں چلا آ رہا ہے، وہ پی ایچ ڈی ہیں، سابق وفاقی وزیر ہیں، تمام دینی مکاتب فکر کے رہنماؤں کے ساتھ اُن کا باہمی احترام کا تعلق قائم ہے، وہ وضع دار آدمی ہیں، میری رائے میں پوری اسمبلی میں اس منصب کے لیے وہ بہترین انتخاب ہیں، میں اُن کی کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں۔